منجانب مجلس عمل متروکہ اوقاف لاہور

متروکہ اوقاف کی شرعی حیثیت

حکومتِ پاکستان کا ایک محلِ نظر فیصلہ

۸ دسمبر ۱۹۹۱ء کے روزنامہ "پاکستان" لاہور میں مرکزی وزیر امور مذہبی جناب مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کا بیان نظر سے گزرا۔ انہوں نے موجودہ حکومت کے اس فیصلے پر تنقید فرمائی ہے جو متروکہ وقف املاک بورڈ کو وزارت مذہبی امور سے نکال کر وزارت اقلیتی امور میں دے دیا گیا ہے۔ مولانا نیازی صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ متروکہ وقف املاک دراصل اسلامی اصطلاح میں مال فئے ہے جو کہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتا ہے اسے کسی غیر مسلم وزارت کی تحویل میں نہیں دیا جا سکتا۔ ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ پھر مولانا موصوف نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرے اور متروکہ وقف املاک کو واپس وزارت مذہبی امور کی تحویل میں دیا جائے۔ یقیناً مولانا صاحب نے صحیح شرعی مؤقف اختیار کیا ہے اور اس سلسلے میں حکومت کے ایک غیر شرعی اقدام پر اسے آگاہ کیا ہے۔ اسی طرح اخبارات میں اہل سنت وجماعت کی متعدد تنظیموں (جمعیۃ اشاعت التوحید والسنہ، کاروانِ اہل سنت، سواد اعظم اہل سنت اور جمعیت اہل سنت) نے بھی اس اقدام کی شدید مذمت کی ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر بعض اور پہلوؤں سے غور کرنا بھی ضروری ہے جن کا بیان آئندہ سطور میں کیا جا رہا ہے۔

مال فئے کے بارے میں قرآن مجید کی سورہ حشر آیت ۶ تا ۸ میں ہے کہ:

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الی... لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

حقیقت فئے

متروکہ وقف املاک کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ بالعموم اس سے یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ املاک کفار (ہندو، سکھ

مشرکین بجز اہل کتاب کے) کی متروکہ ہیں۔ اس لیے اصولی طور پر ان کا مصرف اور استعمال انہی لوگوں پر ہونا چاہیئے یعنی اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھنے والوں پر۔

تعلیمات اسلامی اس کی صریح نفی کرتی ہیں۔ ایسی املاک کے لیے قرآن حکیم، حدیث مبارکہ اور فقہ اسلامی میں "فیئ" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

لفظ "فیئ" فاء یفئ سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں پلٹنا، واپس آنا اور لوٹنا۔ اس لفظ سے مسلم علماء بالعموم وہ تمام اشیاء مراد لیتے ہیں جو کفار سے بغیر لڑائی کے لی جاسکتی ہوں۔ اس کے علاوہ بسا اوقات اس سے مفتوحہ ممالک کی اراضی مراد لی جاتی ہے (بحوالہ کتاب الخراج ص ۱۸ یحیی بن آدم الماوردی الاحکام السلطانیہ، ص ۱۲۲)۔ لفظ فیئ کی تشریح قرآن مجید کی ایک مخصوص عبارت سے کی جاتی ہے جو سورۃ الحشر کی چھٹی اور ساتویں آیت میں آئی ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں کے مملوکات جو جنگ کے بغیر ہاتھ لگیں "فیئ" کہلاتے ہیں۔ (دائرہ معارف اسلامیہ)

قرآن مجید میں سورۃ الحشر کی چھٹی، آٹھویں اور دسویں آیت کا نزول از روئے روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ہوا جب آپ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ بنو نضیر کے (جنہیں ملک بدر کر دیا گیا تھا) کھیت اور باغ ان مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم نہ کیے جائیں جنہوں نے محاصرے میں شرکت کی تھی بلکہ انہیں مخصوص طور پر صرف مہاجرین کو دے دیا جائے۔ آپ نے اس فیصلے کی یہ توجیہہ فرمائی کہ یہ چیزیں لڑ کر حاصل نہیں کی گئیں بلکہ پُرامن طریق سے دشمنوں کے ہتھیار رکھ دینے سے ملی ہیں۔ خیبر اور فدک کی فتح کے بعد وہاں کے یہود کی اراضی بھی لشکر میں بطور مال غنیمت تقسیم نہیں کی گئیں بلکہ ان کا ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ غالباً اس موقع پر سورۃ الحشر کی ساتویں آیت کا نزول ہوا۔

امین احسن اصلاحی "فیئ" کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"مال فیئ سے مراد وہ مال ہوا کرتا ہے جو دشمن سے بغیر جنگ کے حاصل ہو۔ فیئ کے معنی لوٹانے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس مال کو غاصبوں سے لے کر اس کے حقیقی حقداروں کو لوٹا دیتا ہے۔ قرآن کی آیت فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب سے معلوم ہوتا ہے کہ فوجیوں کو مال غنیمت سے جو حصہ دیا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنے ذاتی اسلحہ، گھوڑے اور اونٹ جنگ میں استعمال کرنے پڑتے تھے یہاں تک کہ اپنا زاد راہ بھی ساتھ رکھنا ہوتا تھا۔ اب صورت حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ اس وجہ

سے اس زمانے میں دشمن سے جو کچھ بھی حاصل ہوگا اس کی حیثیت "فئے" کی ہوگی۔ خواہ جنگ سے حاصل ہو یا صلح سے۔

مولانا مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں فرماتے ہیں:

"اموالِ غنیمت جو کفّار سے حاصل ہوتے ہیں ان سب کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے باغی ہو جانے کی وجہ سے ان کے اموال بحق سرکار ضبط ہو جاتے ہیں اور ان کی ملکیت سے نکل کر پھر مالک حقیقی حق تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے حاصل ہونے کو آفا، کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفّار سے حاصل ہونے والے تمام قسم کے اموال کو "فئ" ہی کہا جاتا۔ مگر جو مال جہاد و قتال کے ذریعے حاصل ہوا اس میں انسانی عمل اور جد و جہد کو بھی ایک خاص قسم کا دخل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو لفظ "غنیمت" سے تعبیر فرمایا گیا اور "فئے" وہ مال ہے جو بغیر جہاد و قتال کے ان سے حاصل ہو خواہ اس طرح کہ وہ اپنا مال چھوڑ کر بھاگ گئے، یا رضامندی سے بصورت جزیہ وخراج یا تجارتی ڈیوٹی وغیرہ کے ذریعے ان سے حاصل ہوتا ہے۔"

قرآن مجید کی مذکورہ آیت کریمہ میں "ما افاء اللہ..." کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان الفاظ سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ یہ زمین اور اس کی وہ ساری چیزیں جو یہاں پائی جاتی ہیں دراصل ان لوگوں کا حق نہیں ہیں جو اللہ جل شانہٗ کے باغی ہیں۔ وہ اگر ان پر قابض و متصرف ہیں تو یہ حقیقت میں اس طرح کا قبضہ و تصرّف ہے جیسے کوئی خائن ملازم اپنے آقا کا مال دبا بیٹھے۔ ان تمام اموال کا اصل حق یہ ہے کہ یہ ان کے حقیقی مالک اللہ رب العالمین کی اطاعت میں اس کی مرضی کے مطابق استعمال کیے جائیں اور ان کا یہ استعمال صرف مومنین صالحین ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے جو اموال بھی ایک جائز اور برحق جنگ کے نتیجہ میں کفار کے قبضے سے نکل کر اہلِ ایمان کے قبضے میں آ جائیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ ان کا مالک انہیں اپنے خائن ملازموں کے قبضے سے نکال کر اپنے فرماں بردار ملازموں کی طرف پلٹا لایا ہے۔ اس لیے ان املاک کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں "فئے" (پلٹا کر لائے ہوئے اموال) قرار دیا گیا ہے۔

یہ مجمل فرق جو غنیمت اور فئے کے درمیان اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اس کو اور زیادہ کھول کر

فقہائے اسلام نے اس طرح بیان کیا ہے کہ غنیمت صرف وہ اموال منقولہ ہیں جو جنگی کارروائیوں کے دوران دشمن کے لشکروں سے حاصل ہوں۔ ان کے ماسوائے دشمن ملک کی زمین، مکانات اور دوسرے اموال غیر منقولہ وغیرہ غنیمت کی تعریف سے خارج ہیں۔ اس تشریح کا ماخذ خلیفہ برحق حضرت عمرؓ کا وہ خط ہے جو انہوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کو فتح عراق کے بعد لکھا تھا۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

"جو مال ومتاع فوج کے لوگ تمہارے لشکر میں سمیٹ لائے ہیں اس کو ان مسلمانوں میں تقسیم کردو جو جنگ میں شریک تھے اور زمینیں اور نہریں ان لوگوں کے پاس چھوڑ دو جو ان پر کام کرتے ہیں تاکہ ان کی آمدنی مسلمانوں کی تنخواہوں کے کام آئے۔"

(کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۴ کتاب الاموال لابی عبید ص ۵۹)

اس بنیاد پر حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ:

"جو کچھ دشمن کے کیمپ سے ہاتھ آئے وہ ان کا حق ہے جنہوں پر اس پر فتح پائی اور زمین مسلمانوں کے لیے ہے۔" (یحییٰ بن آدم ص ۲۷)

اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

"جو کچھ دشمنوں کے لشکروں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور جو متاع اور اسلحہ اور جانور وہ اپنے کیمپ میں سمیٹ لائیں وہ غنیمت ہے اور اسی میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے فوج میں تقسیم کردیے جائیں گے۔" (کتاب الخراج ص ۲۸)

اس سے بھی زیادہ جو چیز غنیمت اور فئے کے فرق کو واضح کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جنگ نہاوند کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہو چکا اور مفتوحہ علاقہ اسلامی حکومت میں داخل ہو گیا تھا ایک صاحب سائب بن اقرع کو قلعہ میں جواہر کی دو تھیلیاں ملیں۔ ان کے دل میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ آیا یہ مال غنیمت ہے جسے فوج میں تقسیم کیا جائے یا اس کا شمار اب "فئے" میں ہے جسے بیت المال میں داخل ہونا چاہیے۔ آخرکار انہوں نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ غنیمت وہ مال منقولہ ہیں جو دوران جنگ فوج کے ہاتھ آئیں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد اموال غیر منقولہ کی طرح اموال منقولہ بھی فئے کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں۔

امام ابوعبید اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"جو مال دشمن سے بزور ہاتھ لگے جب کہ ابھی جنگ ہو رہی ہو وہ غنیمت ہے اور جنگ ختم ہونے کے بعد جب ملک دارالاسلام بن گیا ہو اس وقت جو مال ہاتھ لگے وہ فیٔ ہے جسے عام باشندگان دارالاسلام کے لیے وقف ہونا چاہیئے۔ اس میں خمس نہیں ہے۔"

(کتاب الاموال ص ۔ ۲۵۴)

قرآن حکیم کی اس آیت میں آگے چل کر یہ بتایا گیا ہے کہ ان اموال کے حقدار کون کون لوگ ہیں۔

جمہور علماء کرام کا یہ قول ہے کہ "اللہ اور رسول کا حصہ اب مسلمانوں کے دینی اور اجتماعی مصالح کے لیے ہے کسی شخص خاص کے لیے نہیں"۔ (تفہیم القرآن جلد پنجم ص ۲۹۱)

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس جگہ ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ سارا مال دراصل اللہ کا ہے۔ اس کی طرف سے مستحقین کو دیا جاتا ہے۔ یہ کسی کا صدقہ خیرات نہیں۔

ذوی القربیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقرباء مراد ہیں جن کی کفالت کی ذمہ داری آپ پر تھی۔ یہ چیز درحقیقت آپؐ کی ذاتی ضرورت ہی کا ایک حصہ تھی۔ اس کی نوعیت بھی کسی ذاتی جائیداد کی نہ تھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کے بعد معاً یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کے حق کا ذکر اسلامی نظام میں ان کے مرتبہ و مقام کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے حق کے ساتھ فرمایا ہے۔ اسلامی حکومت کی اولین ذمہ داری ان لوگوں کی کفالت و سرپرستی ہے جو معاشرہ کے اندر بے وسیلہ ہیں۔ اس کے دوسرے فرائض کا درجہ اس کے بعد آتا ہے۔ اگر حکومت اس مقدم ضرورت کو نظرانداز کرکے دوسری ضرورتوں پر بیت المال کی آمدنی خرچ کرتی ہے تو ہرچند وہ ضرورتیں رفاہی اور مدنی نقطۂ نظر سے اہمیت رکھنے والی ہی کیوں نہ ہوں لیکن وہ اصل حقداروں کے حقوق میں خیانت کی مجرم ہے اور اس امر کے جواز کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ کوئی اسلامی حکومت سرکاری خزانے کا ایک پیسہ بھی فضولیات میں خرچ کرے" (معارف القرآن ج ۸ ص ۲۵۳)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فیٔ کے جملہ اموال کو پانچ برابر کے حصوں میں تقسیم کرکے ان میں سے ایک حصہ مذکورہ بالا مصارف پر اس طرح صرف کیا جانا چاہیئے کہ اس کا پانچواں مصالح مسلمین پر، پانچواں بنی ہاشم و بنی المطلب پر، پانچواں یتامیٰ پر، پانچواں مساکین پر اور پانچواں مسافروں پر صرف کیا جائے

بخلاف اس کے امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اس تقسیم کے قائل نہیں ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ فئے کا پورا مال صالح مسلمین کے لیے ہے۔" (مغنی المحتاج اور تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۳)

اموال فئے کے عام مصرف بنانے کے بعد ایک خاص مصرف کی طرف بھی یہاں اشارہ کیا گیا ہے جو وقت کا سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مصرف اور تمام مسلمانوں کی یکساں توجہ کا مستحق تھا یعنی مہاجرین کی امداد جو اُس وقت ہر طرف سے اپنے گھروں سے اُجڑ کر مدینہ آرہے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کو بسانے اور ان کی معاشی زندگی کو پھر سے متحرک کرنے کی ذمہ داری اس چھوٹے سے اسلامی معاشرے ہی پر عائد ہوتی تھی جو ابھی نیا نیا مدینہ کی سرزمین میں اُبھر رہا تھا۔ یہ صورت بھی متقضی تھی کہ اموالِ فئے کو حکومت کی تحویل میں دیا جائے تاکہ اس طرح کے ملی مسائل کے حل کے لیے اس کے پاس وسائل موجود رہیں۔

(تدبر قرآن جلد ۸ صفحہ ۲۹۴)

مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ فئے میں مہاجرین کا یہ حصہ صرف اسی زمانے کے لیے تھا۔ درحقیقت اس آیت کا منشا یہ ہے کہ قیامت تک جو لوگ بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے جلاوطن ہو کر کسی مسلم ملک کی حدود میں پناہ لینے پر مجبور ہوں ان کو بسانا اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنانا اس ملک کی اسلامی حکومت کے فرائض میں بھی شامل ہے اور اسے زکوٰۃ کے علاوہ اموال فئے میں سے بھی اس مد پر خرچ کرنا چاہیئے۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۴)

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ مستحقین اور مصارف فئے کل پانچ ہوئے۔ رسولؐ، ذوی القربیٰ، یتیم، مسکین، مسافر۔ یہی پانچ مصارف مال غنیمت کے خمس سے ہیں جن کا بیان سورۃ انفال میں آیا ہے اور یہی مصارف فئے کے ہیں اور دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ سب اموال درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلیفہ کے مکمل اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ چاہیں تو ان سب اموال کو عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے روک لیں اور بیت المال میں جمع کرا دیں۔ کسی کو کچھ نہ دیں اور چاہیں تو تقسیم کر دیں۔ البتہ تقسیم کیے جائیں تو ان پانچ اقسام میں دائر ہیں۔ (قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ فئے اللہ اور اللہ کے رسولؐ، اقربائے رسولؐ اور یتامی اور مساکین اور ابن السبیل اور مہاجرین وانصار اور قیامت تک آنے والی مسلمان نسلوں کے حقوق ہیں۔ قرآن کریم کا یہی وہ اہم قانونی فیصلہ ہے جس کی روشنی میں حضرت عمرؓ نے عراق، شام اور مصر کے مفتوحہ ممالک کی اراضی اور جائیدادوں کا

اوران ممالک کی سابق حکومتوں اوران کے حکمرانوں کی املاک کا نیا بندوبست کیا۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ ص ۲۹۷)

حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ صرف املاک منقولہ جو مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوں عرب فاتحوں میں تقسیم کیے جائیں لیکن اراضی کو تقسیم نہ کیا جائے۔ یہ زمین مال غنیمت کی طرح فقط موجودہ نسل ہی کی منفعت کے لیے نہیں بلکہ یہ فئے میں شمار ہوں گی جن کی مالک ہمیشہ اُمت مسلمہ ہوگی اوراس سے تمام آئندہ نسلیں نفع حاصل کریں گی۔

تمام مذاہبِ فقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام تمام املاک فئے کو کلیتہً حالات ومقتضیات وقت کے مطابق امت مسلمہ کے مفاد عامہ کے لیے استعمال کرے گا۔ (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۵ ص ۱۰۶۴)

قرآنی آیات اور تعامل صحابہؓ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ بغیر جنگ کے جو املاک اسلامی حکومت کے قبضہ میں آجائیں وہ فئے میں شمار ہوں گی۔ اس بناء پر متروکہ وقف املاک جو تقسیم پاک وہند کے وقت مسلمانانِ پاکستان کے ہاتھ آئیں ان پر بھی فئے کا حکم صادر ہوگا یعنی ان کے تصرف کا اختیار اسلامی حکومت کو حاصل ہوگا اور وہ امت مسلمہ کے ہی مفاد کی خاطر مذکورہ بالا قرآنی مصارف کے لیے ہی اس کا استعمال کرے گی۔ اس کے سوا اس املاک کا صرف جائز نہ ہوگا۔

بنابریں اب جو متروکہ وقف املاک کو وزارت امورِ مذہبیہ سے منتقل کر کے وزارت اقلیتی امور کی تحویل میں دے دیا گیا ہے یہ بات قرآن وسنت کی روشنی میں صریحاً غلط اور امتِ مسلمہ کے ساتھ شدید ظلم و ناانصافی ہے جسے مسلمان کسی حالت میں قبول نہیں کرتے اور حکومت کا یہ اقدام کسی فساد کو جنم دینے کا باعث بن سکتا ہے۔

لہٰذا اہلِ اسلام کا یہ جائز مطالبہ ہے کہ متروکہ وقف املاک بورڈ کو وزارت اقلیتی امور سے نکال کر دوبارہ وزارت مذہبی امور کی تحویل میں دیا جائے۔ مال فئے امت مسلمہ کی ملکیت ہے اور اس میں غیرمسلموں کو تصرف کرنے کا کوئی قانونی اور شرعی حق حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح علماءِ اسلام سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے عوام کو اصل اور صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں تاکہ حکومت اربوں روپے کی املاک جن سے کروڑوں روپے سالانہ آمدنی ہوتی ہے وہ پھر سے مسلم وزارتوں کو لوٹا دے اور اس آمدنی کو امتِ مسلمہ کی فلاح وبہبود پر ہی خرچ کرے اور عوام اپنے جائز حق کا مطالبہ کر کے حکومت کو غلط اقدامات سے روک سکیں۔